ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی حکمرانوں سے سابقہ رہتا تھا، وہ فرمایا کرتے تھے اور یہ ہمارا بھی تجربہ ہے کہ ان سے جب ملاقاتیں ہوتی ہیں اور گفتگو ہوتی ہے، مختلف مسائل پر مشورے ہوتے ہیں، میٹنگیں ہوتی ہیں تو ہمیں فوراً پتا چل جاتا ہے کہ کس نے کسی مکتب میں قرآن پڑھا ہے اور کس نے نہیں پڑھا۔ ان کی گفتگو کا انداز، ان کی سوچ کا انداز بالکل نمایاں ہوتا ہے۔

میں اب بھی بعض مشہور لوگوں کے بارے میں بتا سکتا ہوں حالانکہ انہوں نے مجھے کبھی نہیں بتایا کہ انہوں نے قرآن شریف کسی مکتب میں پڑھا ہے یا نہیں، ایمان کی حفاظت کا ہو جانا معمولی بات نہیں ہے، جن بچیوں نے قرآن کریم پڑھ لیا وہ کیسے ہی کافرانہ ماحول میں چلی جائیں اِن شاء اللہ ان کا ایمان محفوظ رہے گا، یہ معمولی بات نہیں ہے، یہ ان مدرسوں کی بہت بڑی خدمت ہے۔

مکاتب قرآن گلی گلی، محلّہ محلّہ قائم ہونے چاہئیں:

ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ درسِ نظامی کے مدارس تو فاصلے فاصلے سے بھی قائم ہو جائیں یعنی شہروں کو چھوڑ کر ایک بڑا مدرسہ قائم ہو جائے پھر کچھ علاقے کے بعد ایک مدرسہ قائم ہو جائے تو یہ بھی کافی ہے لیکن مکاتبِ قرآن تو گلی گلی، محلّہ محلّہ مسجد مسجد قائم ہونے چاہئیں کیونکہ ناظرہ قرآن کریم اور حفظ قرآن کریم، تعلیم کی بنیاد اور خشتِ اوّل ہے، ایک مسلمان کی تعلیم کی بنیاد اسی سے قائم ہوتی ہے۔

اساتذہ کے لیے کتنا اجر ہے:

یہ تعلیم و تربیت ان بچوں اور بچیوں کے لیے تو سرمایہ حیات ہے ہی ان کے معلمین اور معلمات کی دنیا و آخرت کے لیے بھی عظیم الشان سرمایہ ہے، یہ بچے اور بچیاں عمر بھر میں جتنا قرآن کریم پڑھیں گی ہر حرف پر دس نیکیاں تو کم از کم ہیں، زیادہ کی کوئی حد نہیں، لفظ الٓمٓ پڑھا تو یہ تین حرف ہیں، اس کے پڑھنے پر تیس نیکیاں لکھی گئیں، پورا قرآن کریم ختم ہوگا تو پتا نہیں کتنی نیکیاں مل جائیں گی، پڑھنے والے بچوں اور بچیوں کو تو یہ ثواب ملے گا ہی لیکن یہ سارا ثواب استاذ اور معلّمہ کے نامۂ اعمال میں بھی جمع ہو رہا ہے۔

اب پانچویں جماعت کے ان باون بچیوں نے قرآن کریم ختم کیا ہے، یہ عمر بھر جتنا پڑھتی جائیں گی اسی کے حساب سے اربوں نیکیاں معلمات کے حصے میں بھی آتی جائیں گی، ہر بچی کی جتنی تلاوت ہوگی اس کے ہر حرف پر جو دس نیکیاں اس کو مل رہی ہوں گی وہ سب کی سب معلّمہ کو بھی مل رہی ہوں گی، اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان حضرات کو بھی مل رہی ہوں گی جو ان معلمات اور طالبات کے لیے یہ موقع فراہم کرتے ہیں اور انتظامات کرتے ہیں، یہ زندگی کا بہت بڑا سرمایہ ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

خواتین کے لیے الگ مدرسے کبھی قائم نہیں ہوئے:

اچھا ہے آج لڑکیوں کے تعلیم کے بارے میں بات ہو جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کی تعلیم پر بہت زور دیا، اس سلسلہ میں متعدد احادیث اور واقعات کتب حدیث میں منقول ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو علم سے محروم کرنا کسی حالت میں گوارا نہیں کیا، تاریخ اسلام میں مسلمانوں کی جو تعلیمی پالیسی رہی ہے اس کی رُو سے کسی بھی مرحلہ میں عورتوں کو دینی تعلیم سے محروم رکھنے کو کبھی گوارا نہیں کیا گیا، لیکن خواتین کے لیے الگ سے مدرسے کبھی بھی قائم نہیں کیے گئے، بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اس کا نظام یہ چلا آرہا ہے کہ خواتین ہی اپنے گھروں میں دوسری خواتین کو تعلیم دیتی رہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات، امہات المومنین (رضوان اللہ علیہن اجمعین) اپنے گھروں کے اندر رہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہوئی دینی تعلیمات دوسروں تک منتقل کر دیا کرتی تھیں، شوہر اپنی بیویوں کو قرآن شریف پڑھاتے تھے، باپ پڑھاتے تھے، بھائی پڑھاتے تھے، بیٹے پڑھاتے تھے اور تاریخ اسلام میں ایسی مثالیں بھی اچھی خاصی ہیں کہ اسی نظام تعلیم کے نتیجے میں بڑی بڑی محدثات، بڑی بڑی مفسرات خواتین تیار ہوئیں، بڑی بڑی فقیہ اور مفتی خواتین تیار ہوئیں۔

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

صاحب بدائع الصنائع علامہ علاء الدین کاسانی رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاد علامہ محمد احمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی فاطمہ بھی عالمہ تھیں اور انہوں نے اپنے والد کی کتاب "تحفة الفقهاء" حفظ کر لی تھی، وہ حسن و جمال میں بھی بہت فائق تھیں اور بعض شہزادوں کی طرف سے ان کے رشتے آچکے تھے، لیکن ان کے والد کسی اچھے عالم سے ان کا نکاح کرنا چاہتے تھے، اسی دوران ان کے شاگرد علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں تھے اور انہوں نے نہ صرف ان سے بہت سی کتابیں پڑھیں بلکہ "تحفة الفقهاء" کی مبسوط شرح درلج کے طریقے پر لکھی، یعنی اس طرح کہ متن اور شرح یکجان ہو گئے۔ استاذ نے جب شرح دیکھی تو نہایت مسرور ہوئے اور اپنی صاحبزادی فاطمہ کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا اور اسی کتاب کو انکا مہر مقرر کیا یہاں تک کہ علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ فقرہ مشہور ہو گیا کہ "شرح تحفته وتزوجه بنته" یعنی "انہوں نے اپنے استاذ کی کتاب تحفہ کی شرح لکھی اور انہی کی بیٹی سے نکاح کیا"، ہم نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ اس کے بعد جب اس گھرانے سے کوئی فتویٰ جاری ہوتا تو اس پر باپ، بیٹی اور داماد تینوں کے دستخط ہوتے تھے۔ (اعلام النبلاء للطباخ ج:۴ ص:۲۸۶ تا ۲۸۸)

مغرب نے سائنس میں ترقی کیسے کی؟

انگریز کا دور آیا تو اس نے دینی تعلیم کا بیج مارنے کی کوشش کی، یاد رہے کہ! دینی تعلیم اور عصری تعلیم کبھی الگ الگ

نہیں رہیں، دینی مدارس میں عصری تعلیم بھی ہوتی تھی، اسی سے اعلیٰ درجے کے سائنس دان بھی نکلتے تھے، ابن سینا اور ابوریحان البیرونی جیسے لوگ نکلتے تھے، فلکیات اور دوسرے علوم وفنون کے ماہرین نکلتے تھے، ان کے لیے الگ مدرسے نہیں تھے، انہی دینی مدارس ہی سے محدثین نکلتے تھے، مفسرین نکلتے تھے، فقہاء نکلتے تھے، ایسے ایسے ماہرین جن کے علوم جب یورپ میں منتقل ہوئے ہیں تو انہی سے ہی یورپ نے استفادہ کیا اور آگے ترقی کی، سینٹرل ایشیاء کے ممالک سے بڑے بڑے سائنس دان ماہرین علوم عصریہ تیار ہوئے، اندلس میں ایک سے ایک بڑھ کر ماہر علماء عصری علوم کے تیار ہوئے ان کی بہت ساری کتابیں جو کافروں نے جلادی تھیں، وہ یورپ میں پہنچیں اور وہ کتابیں جرمنی وغیرہ کے کتب خانوں میں آج بھی موجود ہیں، برطانیہ کے کتب خانوں میں آج بھی محفوظ ہیں، انہوں نے ان کے ترجمے کیے اور ان کے ترجمے کر کے ان علوم وفنون کو آگے بڑھایا۔

درس نظامی کے مدرسے الگ قائم کرنے کی وجہ:

البتہ خواتین کے مدرسے الگ سے قائم نہیں کیے تھے۔ انگریزوں کے دور حکومت میں یہ ہوا کہ جب انہوں نے سرکاری اسکولوں میں دینی تعلیم کا بیج ماردیا حتیٰ کہ عربی زبان پر بھی پابندی لگادی، قرآن پر بھی پابندی لگادی، حدیث پر بھی پابندی لگادی اور سارا ماحول انہوں نے کافرانہ بنادیا، کافرانہ کے ساتھ ساتھ غلامانہ ذہن بھی بنادیا، اس لیے بزرگوں نے مجبور ہوکر دارالعلوم دیوبند قائم کیا، اس کی شاخیں آج الحمدللہ دنیا کے کونے کونے میں موجود ہیں، افسوس ہے کہ پاکستان بننے کے بعد بھی تعلیمی صورت حال میں کوئی تبدیلی نہ آئی، سرکاری اسکولوں میں ابھی تک دینی تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے، اس لیے ہمیں درسِ نظامی کے مدرسے الگ قائم کرنے پڑے۔

خواتین کی تعلیم پہلے گھروں میں ہوتی تھی:

تقسیمِ ہند سے پہلے خواتین کے مدرسے تو الگ نہیں تھے لیکن گھروں کے اندر خواتین تعلیم دیتی تھیں خود دیوبند میں ہمارے محلے میں جو (بڑے بھائیوں کا محلّہ کہلاتا تھا)، اور اس میں بیس پچیس گھر تھے، اس محلے میں ایک محترم خاتون تھیں، ان کی تعلیم تیر بہدف ہوتی تھی، وہ ناظرہ قرآن کریم بھی پڑھاتی تھیں، کچھ ضروری حصے حفظ بھی کراتی تھیں اور گرہستی کے کام بھی سکھاتی تھیں، سلائی کڑھائی کے کام بھی سکھاتی تھیں، اکیلی خاتون تھیں، وہی اپنی شاگردوں سے دوسری لڑکیوں کو بھی تعلیم دلواتی تھیں، ہماری چاروں بڑی بہنوں نے وہیں تعلیم حاصل کی اور پھر ان کی اولاد میں جو لڑکیاں تیار ہوئیں انہوں نے بھی ان ہی سے تعلیم حاصل کی، ہماری بہنوں نے کسی اسکول میں نہیں پڑھا تھا، لیکن وہ سب شاعرات تھیں، اردو کی عظیم الشان ادیبہ تھیں، یہ سب اسی گھر کے مکتب کی تعلیم کے مرہون منت تھا، یہیں سب کچھ سیکھ لیا، کچھ کسر ماں باپ نے پوری کردی، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیٹیوں کی تعلیم وتربیت میں خود بھی

حصہ لیا، اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔

پورے ہندوستان میں یہی طریقہ چلا آرہا تھا، محلّہ محلّہ مکاتب تھے، گھروں کے اندر خواتین تعلیم بھی دیتی تھیں، تربیت بھی کرتی تھیں، گرہستی بھی سکھاتی تھیں مگر تقسیمِ ہند کے بعد سارا نظام تل پٹ ہوگیا، محلّہ داریاں ختم ہوگئیں اور سارے کے سارے لوگ تتر بتر ہوگئے، ہر جگہ ہر آدمی اجنبی تھا، مہاجرین جس شہر اور جس علاقے میں بھی پہنچے وہاں وہ اجنبی تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ گھروں میں جو مکاتب قائم تھے وہ ناپید ہوگئے اور طویل عرصہ تک بچیوں کی تعلیم کا کوئی انتظام نہ ہوسکا۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمنا:

اس صورت حال پر ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت کڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اب ضرورت اس بات کی پیش آگئی ہے کہ بچیوں کے مدرسے قائم کیے جائیں، تاکہ اتنی خواتین تیار ہوجائیں جو کسی وقت بعد میں اپنے گھروں کے مکاتب میں پڑھاسکیں، لیکن فرماتے تھے کہ ابھی تک ہم لڑکوں ہی کے مدرسوں کے نظام کو نہیں سنبھال سکے، لڑکیوں کا نظام کیسے شروع کریں، لڑکیوں کا معاملہ نازک بھی بہت زیادہ ہے، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دارالعلوم میں جو رہائشی مکان تھا، فرماتے تھے، کہ اگر کبھی موقع ملا تو میں مدرسۃ البنات یہاں اپنے گھر کے سامنے قائم کروں گا تاکہ مدرسۃ البنات میری نظروں میں رہے، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال اسی تمنا میں ہوگیا مگر وہ مدرسۃ البنات قائم نہ کرسکے۔

جامعہ دارالعلوم کراچی میں مدرسۃ البنات کا قیام:

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد یہ ضرورت اور بڑھتی چلی گئی۔ یہ مسئلہ ہمارے سامنے بھی تھا، اور خاصی شدت کے ساتھ تھا کیونکہ خواتین کی دینی تعلیم سے دوری کے نتائج اب نسلوں کے اندر پیدا ہونے لگے تھے، اب جو نسلیں تیار ہورہی تھیں، وہ ایسی ماؤں کی گودوں سے تیار ہورہی تھیں جنہوں نے دین کا کوئی علم حاصل نہیں کیا تھا۔ ہمیں بڑی فکر تھی اور تلاش میں تھے کہ کوئی انتظام ہو، اللہ کے بھروسے پر میں نے الحمدللہ! اپنی اہلیہ کو اس پر آمادہ کرلیا کہ وہ نگرانی کی ذمہ داری لیں تو پھر میں کچھ ہمت کروں، مدرسۃ البنات کی خواتین اور معلمات کو براہ راست ہمارے گھر کی کوئی خاتون ہی دیکھے۔ میں نے جتنا غور کیا دارالعلوم کے ماحول میں مجھے اس سے بہتر کوئی اور صورت سمجھ میں نہ آئی کہ میں یہ ذمہ داری ان کے سپرد کروں۔ الحمدللہ عرصہ بائیس سال سے انہوں نے بغیر کسی ماہانہ الاؤنس یا اعزاز کے اس بھاری ذمہ داری کو بحسن وخوبی سنبھال رکھا ہے اور جس انداز میں انہوں نے معلمات وطالبات کی تربیت کی ہے وہ قابل قدر ہے۔

صدر معلّمہ حفظہا اللہ نے تعلیم وتربیت کہاں سے حاصل کی؟

الحمدللہ! انہوں نے ایک ایسے مدرسۃ البنات میں تعلیم حاصل کی تھی جس کو میں جانتا ہوں، جب پاکستان نیا بنا تھا تو پورے ملک میں اس ملک کو بنانے کا اور اس کی تعمیر کا ایک جوش وخروش تھا، لاہور میں چوبُرجی کے پاس ایک مدرسۃ البنات تھا پرائمری سے انٹر تک وہیں زیرِ تعلیم رہیں، اس کا نظام اعلیٰ درجہ کا تھا، اس کو چلانے والی ایک خاتون تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو حسن انتظام، حسن تعلیم، حسن تربیت کا ایسا جذبہ عطا کیا تھا کہ میں جب اپنی اہلیہ سے تفصیلات سنتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے اونچے درجے کی خاتون تھیں، انہوں نے بڑی محنت سے اس اسکول کو چلایا، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میری اہلیہ نے وہاں تعلیم حاصل کی، ان کو وہاں عمدہ تربیت ملی۔

مدرسۃ البنات کا انتظام:

جب انہوں نے آمادگی ظاہر کی تو پھر میں نے ہمت کی اور شروع میں اس کا نظام مَردوں میں مولانا مفتی محمود اشرف صاحب کے سپرد کیا تاکہ وہ اپنی چچی سے رابطہ رکھ سکیں، پھر ان کے مشاغل دوسرے ہوگئے تو پھر مولوی رشید اشرف صاحب کے سپرد کیا جو ہمارے بھانجے ہیں، تاکہ یہ ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعہ سے اپنی ممانی سے رابطہ رکھ سکیں، چنانچہ الحمدللہ باہر یہ اور اندر انہوں نے اس کام کو سنبھالا۔

یہاں کی معلمات کو اپنے مدرسہ گہرا قلبی تعلق ہے:

میں حالات معلوم کرتا رہتا ہوں تو یہ دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے کہ یہاں کی معلمات میں دین کا ایک خاص جذبہ ہے اور اپنے مدرسۃ البنات کے ساتھ ان کا گہرا ہمدردانہ تعلق ہے، اس کو اپنے گھر کی چیز سمجھتے ہیں، یہ میرے علم میں آتا رہتا ہے کہ مدرسہ میں فلاں چیز کی ضرورت تھی، تو مدرسۃ البنات کی معلمات نے چندہ کر کے وہ چیز خود ہی خرید لی، سال بھر میں اس طرح کے پتا نہیں کتنے سارے کام صدر معلّمہ کے ذریعہ میرے علم میں آتے رہتے ہیں کہ خواتین نے آپس میں چندہ کر کے فلاں چیز حاصل کر لی، اس میں بسا اوقات صدر معلّمہ کا چندہ بھی شامل ہوتا ہے۔

اب ہم مزید مدرسۃ البنات قائم کرنے کا مشورہ نہیں دیتے:

لیکن ایک بات اور ہے جیسا کہ میں نے کہا کہ تاریخِ اسلام میں مدارس خواتین کے الگ نہیں ہوتے تھے، یہ ایک ہنگامی ضرورت کے پیشِ نظر قائم کیے گئے تھے کیونکہ محلّہ داریوں کا نظام ختم ہوگیا تھا اور مکاتب گھروں کے اندر باقی نہیں رہے تھے، لیکن الحمدللہ، الحمدللہ اب اتنے مدارس البنات قائم ہوگئے ہیں اور اتنی معلمات فارغ التحصیل ہوگئی ہیں، اتنی حافظات، قاریات اور عالمات الحمدللہ ملک میں تیار ہوگئی ہیں کہ وہ اب اپنے گھروں میں مکاتب قرآنیہ

قائم کرسکتی ہیں، اس لیے اب ہم مزید مدارس البنات قائم کرنے کا مشورہ نہیں دیتے اور خاص طور سے بعض مدارس جو اقامتی ہیں ان کے بارے میں تو وفاق المدارس میں بھی بار بار مشورہ ہوا ہے کہ اقامتی مدسوں کا سلسلہ ختم کیا جائے لیکن مسائل یہ تھے کہ اگر اقامتی نہیں ہوں گے تو بعض مدرسے بہت فاصلے پر ہیں تو دور کی بچیاں وہاں کیسے تعلیم حاصل کرنے جائیں گی، لیکن الحمدللہ! اب مدارس البنات کا بھی ایک جال پھیل گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ دینی مدارس میں اب طالبات کی تعداد طلبہ سے بھی زیادہ ہے، اس سال دورۂ حدیث میں طالبات تیرہ ہزار ہیں، اور طلبہ ساڑھے آٹھ ہزار کے قریب ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ لڑکوں کو آٹھ سال پڑھنے کے بعد شھادۃ العالمیۃ ملتی ہے لیکن بنات کو چار سال میں شھادۃ العالمیۃ مل جاتی ہے، اس لیے اب ہم نے فیصلہ کرلیا ہے کہ چھ سال پڑھیں تو شھادت العالیہ ملے گی اس سے پہلے شھادۃ العالیۃ ہوگی۔

معلمات اپنے گھروں میں پڑھانے کا سلسلہ شروع کریں:

معلمات، قاریات، عالمات اور طالبات کو میں یہ وصیت کر رہا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے گھروں کے اندر بچیوں کو پڑھانے کا سلسلہ شروع کریں، جہاں بھی وہ رہیں، شادی سے پہلے اپنے گھر میں اور شادی کے بعد اپنے نئے گھر میں، بچیوں کی تعلیم کا سلسلہ شروع کریں، یہ بہت ہی خیر و برکت کی چیز ہے، گھر میں دن بھر قرآن شریف پڑھا جاتا ہے، جس سے گھر میں برکتیں رہتی ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے گاؤں شرانی گوٹھ کی بہت ساری بچیوں نے قرآن کریم میری بڑی بیٹی سے پڑھا تھا، میری بیٹی نے شادی سے پہلے یہیں اپنے گھر میں چھوٹا سا مکتب قائم کرلیا تھا، یہیں گھر میں گاؤں کی بہت ساری بچیوں نے قرآن شریف اُس سے پڑھا۔

تعلیم قرآن میں بڑی خیر و برکت ہوتی ہے، میری درخواست ہے اور ان تمام پڑھنے والی طالبات کو میری وصیت ہے، جو فارغ ہورہی ہیں کہ وہ اپنے گھروں کے اندر مکاتب قرآنیہ قائم کریں، جب وہ اپنے گھروں کے اندر مکاتب قائم کرلیں گی تو ان شاء اللہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ الگ سے مدارسِ بنات کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆

3